

افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات

افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات کا ایک دور مری میں مکمل ہو گیا ہے اور مذاکرات کو جاری رکھنے کے اعلان کے ساتھ دونوں وفد اپنے وطن واپس چلے گئے ہیں۔ حکومت پاکستان کا کردار اس میں واضح ہے کہ یہ مذاکرات مری میں ہوئے ہیں اور اس سے قبل پاکستان کی سیاسی و عسکری قیادت کے کابل کے ساتھ مسلسل روابط بھی ریکارڈ کا حصہ ہیں۔

ان مذاکرات کے لیے ایک عرصہ سے تگ و دو کی جا رہی تھی اور امید وہیم کے کئی مراحل درمیان میں آئے۔ مگر یہ دونوں فریقوں کو مذاکرات کی میز پر لانے کے لیے محنت والوں کی کامیابی ہے کہ افغان حکومت اور طالبان کے نمائندے میز پر آئے۔ میز پر آئے اور دوبارہ گفتگو کی بات طے کر کے رخصت ہو گئے ہیں۔ مذاکرات میں کون سے امور زیر بحث آئے اور کیا امور طے ہوئے؟ اس سے قطع نظر مل بیٹھنا اور آئندہ مل بیٹھنے کا وعدہ کرنا ہی بہت بڑی کامیابی ہے جس پر دنیا بھر کے امن پسند حلقوں میں اطمینان کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

اب سے کئی عشرے قبل جب افغانستان میں مذہبی اور سیکولر حلقوں کے درمیان کشمکش کا آغاز ہوا تھا اور افغان عوام کی دینی قیادت نے اسلامی اقدار و روایات اور افغان تہذیب و ثقافت کے تحفظ کے عنوان سے سیکولر قوتوں کے خلاف صف آرائی کا فیصلہ کیا تھا تو اس وقت کا ظاہری منظر صرف اتنا تھا کہ افغانستان کی حدود میں سیکولر عناصر نے اپنے افکار و نظریات کے فروغ اور مغربی تہذیب و ثقافت کی ترویج کے لیے دینی حلقوں کی قائدانہ پوزیشن کو چیلنج کر دیا تھا۔ بقول اقبالؒ

افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج

ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

کے ایجنڈے پر عمل در آمد شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ملا لوگوں نے بھی افغانستان کے کوہ و دمن کے ساتھ اپنا رشتہ باقی رکھنے کے لیے صف بندی کا پروگرام بنا لیا تھا اور دونوں فریق آئے آئے سامنے آ گئے تھے۔ مگر جب سوویت یونین نے افغانستان میں سیکولر حلقوں کو سپورٹ کرنے کی پالیسی اختیار کی تو یہ کشمکش بین الاقوامی رخ اختیار کرتی چلی گئی اور بہت سے مراحل سے گزر کر افغانستان میں سوویت یونین کی باقاعدہ ”فوج کشی“ تک جا پہنچی۔ سوویت یونین افغانستان کو وسطی ایشیا کی ان مسلم ریاستوں کے دائرے میں لانا چاہتا تھا جو کمیونسٹ انقلاب کے بعد اس کے زیر تسلط آ گئی تھیں، یا

افغانستان کو راستہ بنا کر گوادر کے ذریعہ گرم پانیوں تک پہنچنے کا ایجنڈا رکھتا تھا، یادوںوں باتیں بیک وقت ایک ایجنڈے کا حصہ تھیں۔ بہر صورت اس کی مزاحمت میں افغانستان کے دینی حلقوں کے ساتھ پاکستان کے دینی حلقے بھی شامل ہو گئے اور ”جہاد افغانستان“ کے عنوان سے ایک ایسی جنگ چھڑ گئی جس میں سوویت یونین کے خلاف عالمی مورچہ رکھنے والا امریکی ہلاک بھی شریک ہو گیا اور رفتہ رفتہ یہ جنگ ایک طرح کی بین الاقوامی جنگ بنتی چلی گئی۔

حضرت مولانا مفتی محمود پاکستان کی قومی سیاست میں دینی حلقوں کی سب سے مؤثر اور توانا آواز تھے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ روس افغانستان کے ذریعہ بلوچستان میں آنا چاہتا ہے اور گوادر تک رسائی حاصل کر کے گرم پانیوں تک پہنچنے کا ایجنڈا رکھتا ہے اس لیے یہ صرف افغانستان کا نہیں بلکہ پاکستان کی سالمیت کا مسئلہ بھی ہے، اور اس کی مزاحمت میں ہم بھی افغان مجاہدین کے ساتھ ہیں۔ پھر نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کے مختلف حصوں سے جہاد کے جذبہ سے سرشار نوجوانوں کی افغانستان میں آمد شروع ہوئی اور طویل جنگ کے بعد روسی افواج کو افغانستان سے واپس جانا پڑا۔ یہاں ضمناً ایک بات جملہ معترضہ کے طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حالات کی گردش کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ روس کو گوادر تک پہنچنے سے روکنے کے لیے طویل جنگ لڑی گئی جبکہ چین کو گوادر تک رسائی دینے کے لیے ”اقتصادی راہداری“ ہم خود تعمیر کر رہے ہیں۔ شاید اسی کو قرآن کریم میں تلك الايام ندا اولها بين الناس سے تعبیر کیا گیا ہے۔

افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی کے موقع پر ”جینوا معاہدہ“ کی صورت میں مغربی دنیا نے اپنے مقاصد تو حاصل کر لیے مگر افغان مجاہدین اور دنیا بھر سے آئے ہوئے مجاہدین کے میسوں گروپوں کو کسی مشترکہ ایجنڈے کے بغیر تنہا چھوڑ دیا گیا۔ جس کا نتیجہ افغانستان میں خانہ جنگی کے ایک نئے دور اور دنیا بھر میں عسکریت کے فروغ کی صورت میں سامنے آیا۔ آج پوری دنیا اس کا خمیازہ بھگت رہی ہے جس کا اعتراف سابق امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن خود ایک بیان میں کر چکی ہیں۔

”جینوا معاہدہ“ کی کوکھ سے جنم لینے والی اس افراتفری کے دور میں افغانستان کی وحدت کو بچانے اور ”جہاد افغانستان“ کے نظریاتی مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے ”طالبان“ نمودار ہوئے اور اپنے اہداف کے حصول میں وقتی طور پر کامیاب بھی ہوئے۔ مگر افغانستان کی وحدت اور جہاد افغانستان کے نظریاتی اہداف کی تکمیل جن طاقتوں کے مفاد میں نہیں تھی وہ طالبان حکومت کے خلاف سازشوں کا ایک نیا جال بننے میں کامیاب ہو گئیں۔ اس کے نتیجے میں افغانستان میں سابقہ صورت حال صرف اس فرق کے ساتھ واپس آ گئی کہ اب وہاں روسی فوجوں کا نہیں بلکہ امریکی اتحاد کی فوجوں کا تسلط تھا۔ چنانچہ حریت پسند افغان عوام ایک بار پھر اپنے ملک کو غیر ملکی فوجوں کے تسلط سے نجات دلانے کے لیے سرگرم عمل ہو گئے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ امریکی اتحاد بھی اپنی افواج کو افغانستان سے واپس لے جانا چاہتا ہے مگر جانے سے قبل ایک اور ”جینوا معاہدہ“ کا اہتمام کرنے کی کوشش کر رہا ہے جس کا مقصد پہلے ”جینوا معاہدہ“ کی طرح افغان مجاہدین کو ان کی طویل جدوجہد کے نظریاتی اہداف سے دور رکھنا ہے اور اس خطہ میں اپنے ایجنڈے پر عمل درآمد کو یقینی بنانا ہے۔